قرآنِ مجید کا تعارف ۔ کتابِ لاریب

کتاب کے متعلق انسان کا ادراک یہ ہے کہ لوگوں تک بات (حدیث) کو پہنچانے کا ایک ذریعہ اور اُن سے تحریری رابطہ ہے۔ لپیٹ کر (Scroll) یا دو گتوں کے درمیان ایک خاص مقدار سے زیادہ تعداد میں اوراق پر تحریری مواد کو ہم کتاب کہتے ہیں۔ کتاب ترتیب دیا ہوا مجموعہ کلام ہے اور اس کا بنیادی مقصد علم کو محفوظ کرنا اور لوگوں تک پہنچانا ہے۔

کتاب کی قدیم شکل تختیاں (الواح)، Clay tablets تھی جن پر قلم کے طور پر استعمال کئے گئے کسی نوکدار اوزار (stylus) سے تحریر کھدی ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی موسیٰ علیہ السلام پر نازل کردہ تورات الواح پر لکھی ہوئی کتاب تھی۔

اور مطالعہ کتاب کا محرک اکثریت کیلئے تلاشِ علم، کچھ کیلئے تلاشِ منزل اور ادراکِ حقیقت ہے۔ تلاشِ علم کا محرک انسانی فطرت، شک اور خوف ہے کیونکہ انسان ماں کے بطن میں سے خارج کیے جانے پر دنیا میں اپنی آمد کے وقت **لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا** ''کسی شئے کا علم نہیں جانتا''۔

دنیا میں کتابیں اَن گنت ہیں اور بعض کو متعارف کرانے کیلئے تقریب رونمائی بھی منعقد کی جاتی ہیں اور کتاب کی ابتدا میں قاری کو اس کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ اَن گنت کتابوں میں سے ایک نے تعارف کا منفرد انداز اختیار کیا

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ

''یہ ہے وہ کتاب جسمیں ریب کوئی نہیں''

''یہ ہے کتابِ لاریب''

رَیۡبَ کا مادہ ''ری ب'' ہے۔ اس کے معنی شک وشبہ اور بے چینی ہیں۔ نفسیاتی الجھن، کشمکش اور اضطراب نفس کے معنوں میں آتا ہے۔ شک موجب اضطراب ہے۔ ریب، شک کی ضد علم ہے۔ علم موجب اطمینان، امن ہے۔ فلسفہ، خیال، گمان، مفروضہ، داستان، کہانی، روایت میں شک کا عنصر ہمیشہ موجود ہوتا ہے۔ کوئی بھی بات شک سے بالاتر جبھی کہلا سکتی ہے اگر زمان و مکان اسے متاثر نہ کرتے ہوں کیونکہ حقیقت قیود سے آشنا نہیں ہوتی۔ کتاب کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ بیانِ حقیقت ہے۔ اتنا بڑا دعویٰ کرنے والی واحد کتاب کا نام ہے قرآنِ مجید، قرآنِ عظیم۔

کتاب اٹھاتے وقت انسان کے دل و دماغ میں ابھرنے والے شکوک وشبہات اُن محرکات اور مقاصد کے حوالے سے ہوتے ہیں جو کتاب کے مطالعہ کا سبب بنتے ہیں۔ کتابوں میں منفرد کتاب قرآنِ مجید ہے جو ابتدائی تعارف میں دعویٰ کر کے قاری کو مطمئن کر دیتی ہے کہ یہ کتاب لاریب ہے۔شک سے بالاتر یعنی علم اور صرف علم پر مبنی ہے۔اور متمنی ادراکِ حقیقت کو بھی مطمئن کر دیا کیونکہ بحر مردار کے غاروں میں سے ملنے والی کتابوں سمیت دنیا میں پھیلی اَن گنت کتابوں میں صرف ایک کتاب شک وشبہ سے بالاتر ہونے کا جب دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ دعویٰ نہیں رہتا بلکہ ایک دلیل، ایک ثبوت بن جاتا ہے کہ کتاب زمان و مکان کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور جس کا کلام ہے وہ زمان و مکان سے نہیں بلکہ زمان و مکاں اس سے ہے۔

تَنزِيلُ ٱلۡكِتَٰبِ لَا رَيۡبَ فِيهِ مِن رَّبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٢﴾

''اس کتاب کا نازل کیا جانا جس میں بیان باتوں میں ریب کوئی نہیں تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے'' (السجدہ۔۲)

قرآنِ مجید نے اپنے آپ کو ''ذَٰلِكَ الْكِتَٰبُ '' یعنی ایک کتاب قرار دیا ہے اور سب کو ادراک ہے کہ کتاب میں قانون، احکام، علم، کلام، خبریں، قصص، حدیثیں بیان ہوئی ہوتی ہیں۔ قرآنِ مجید نے تعارف میں ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَ ۛ فِيهِ کا دعویٰ کر کے بتایا کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں بیان کردہ باتوں میں خیال، گمان، مفروضہ، داستان، کہانی، روایت کا کوئی عنصر اور پہلو نہیں اس لئے شک وشبہ سے بالاتر ہے اور شک وشبہ سے بالاتر کتاب قابل اعتماد ہونے کی (infinitely reliable) منتہا پر ہوتی ہے۔ قرآنِ مجید نے پریقین اور لطیف انداز میں اپنے تعارف ہی میں دعوے سے کہہ دیا کہ اس کے علاوہ کائنات میں بکھری کتابیں شک وشبہ سے بالاتر نہیں ہیں۔انہیں بغیر تحقیق وتجسس قابل اعتماد (infinitely reliable) نہیں مانا جا سکتا۔اور ہمارا مشاہدہ بھی یہی ہے کہ کسی دوسری کتاب نے ایسے دعویٰ اور یقین کا ہلکا سا اشارہ بھی نہیں دیا۔قرآنِ مجید کے اس دعویٰ کے بعد کوئی بھی ہستی اور کتاب یہ دعویٰ دہرا نہیں سکتی کیونکہ کتاب لاریب صرف اور صرف ایک ہوتی ہے۔(اردو زبان میں کتاب کو مؤنث لکھتے ہیں لیکن عربی میں قرآنِ مجید ہمیشہ مذکر صیغے میں ہے)

تلاشِ علم اور جستجو حقیقت کے دعوی میں سچا شخص بغض اور تعصبات کے بھنور میں الجھا نہیں ہوتا۔اگر جستجو علم اور تلاش حقیقت میں سرگرداں شخص کو یہ معلوم ہو کہ دنیا میں ایک کتاب کا یہ دعویٰ ہے ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَ ۛ فِيهِ لیکن پھر بھی اس کتاب کو نہ پڑھے تو درحقیقت تلاش علم وحقیقت کے دعویٰ میں سچا نہیں اور گمان وظن کا پیروکار ہے۔ الکتاب کے اس منفرد دعویٰ کے بعد اپنے آپ کو متمنی حقیقت کہنے والے کیلئے اس کے مطالعہ سے انکار اور فرار کی راہ اختیار کرنے کی دلیل اور جواز کوئی نہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ دانا و بینا، بغض اور تعصب سے مطہر قلب کیلئے کائنات میں بکھری ان گنت کتابوں میں سے ایک کتاب کا یہ منفرد دعویٰ ہی اسے تسلیم کرنے کیلئے اپنے آپ میں ایک قوی دلیل ہے لیکن ماہرین سائنس، مفکرین اور فلسفیوں کی اکثریت جستجوئے حقیقت کی مدعی ہونے کے باوجود قلب و ذہن کی گہرائیوں اور اندھیروں میں چند ایسے نکات کی دلدل میں دھنسی ہوتی ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی بغض اور تعصب ان سے چھپائے نہیں چھپتا۔ کتاب کے لاریب ہونے کے دعویٰ کے باوجود اِس کتاب کو پڑھنے ہی سے انکار کر دیتے ہیں اور تصور اور تخیل کو کائنات کی وسعتوں میں پھیلاتے ہیں کہ اس کے کناروں، ابتدا اور منتہا کو پا سکیں، اور یقین کی منزل کو نہ پا کر آخر ان وسعتوں میں خود بکھر کر رہ جاتے ہیں۔

اور لاریب کا دعویٰ کرنے والے قرآنِ عظیم کو کائنات میں متعارف کرانے والے عرش عظیم کے رب کے مختص بندے اور خُلُقٍ عَظِيمٍ کائنات کی سب سے عظیم تخلیق آقائے نامدار، رحمت للعالمین، خاتم النبیین، رسولِ کریم ﷺ ہیں جو اس کے نزول سے قبل ٱلْأُمِّيِّـۧنَ میں سے تھے یعنی ان میں سے جنہیں پہلے کتاب نہیں دی گئی تھی اور یہ کہ قبل ازیں پڑھنا لکھنا بھی نہیں جانتے تھے۔

آقائے نامدار، رسولِ کریم ﷺ کو قرآنِ مجید میں ٱلنَّبِىَّ ٱلْأُمِّىَّ کہا گیا ہے (حوالہ الاعراف ۱۵۷۔۱۵۸) (یہ دھیان رہے کہ انہیں امی رسول نہیں کہا گیا)۔ کتاب کے حوالے سے تسلیم شدہ اصول ہے کہ اس کے بعض الفاظ اور اصطلاحات کے معنی اور مفہوم وہی لئے جائیں گے جو اس کتاب نے طے کئے ہیں اور اگر اس نے ان الفاظ کے معنی، مفہوم اور تعریف کو متعین نہیں کیا تو پھر اس کتاب میں بیان کردہ بات کو سمجھنے اور طے کرنے کیلئے مروجہ لغت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اس سے قطع نظر کہ کسی بھی لفظ اور اصطلاح کے کوئی کیا معنی اور مفہوم لیتا ہے ان کی وہ تعریف غالب رہے گی جو اس کتاب نے متعین کی ہے۔ قرآنِ مجید بھی ''ذَالِكَ الْـكِتَـٰبُ'' ایک کتاب ہے اور اپنے الفاظ اور اصطلاحات کے معنی، مفہوم اور تعریف خود طے اور بیان کرتا ہے۔ یہ کتاب لاریب نہ صرف زمان و مکان کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے بلکہ اس کے وجود پذیر ہونے سے قبل اور لپیٹ دیئے جانے کے بعد پیش آنے والے حقائق کو بھی واضح طور پر بیان کرتی ہے۔ لسان کے کسی ماہر کی ترتیب دی ہوئی لغت کے ذریعے انہیں سمجھنے میں مشکل، پیچیدگی اور اختلاف ہوتا اس لئے قرآنِ مجید اپنے الفاظ اور اصطلاحات کے معنی اور مفہوم، حدود، گہرائی اور وسعت کا تعین بھی خود کرتا چلا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید نے سورۃ البقرۃ کی آیت ۷۸ میں بتایا ہے کہ أُمِّيُّونَ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو کتاب پڑھنا نہیں جانتے۔ بنی اسرائیل کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ ٱلْكِتَـٰبَ إِلَّآ أَمَانِىَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾

'اور ان میں تعلیم سے بے بہرہ بھی ہیں جو کتاب کو صرف اپنی آرزوؤں کے مطابق جانتے ہیں اور وہ صرف گمان کرتے ہیں' (البقرۃ۔۷۸)

أُمِّيُّونَ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو کتاب پڑھنا نہیں جانتے۔ لیکن قرآن مجید نے ٱلْأُمِّيِّـۧنَ کی اصطلاح مکہ مکرّمہ اور اس کے گرد و نواح باقی دنیا کے ان لوگوں کیلئے استعمال کی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے کتاب نہیں دی گئی تھی۔ اللہ نے جنہیں پہلے کتاب نہیں دی تھی ضروری نہیں کہ وہ تمام ان پڑھ ہوں۔ اللہ کی جانب سے پہلے کتاب نہ دیا جانا اور ان پڑھ ہونا دو الگ مختلف باتیں ہیں۔ ٱلْأُمِّيِّـۧنَ کے معنی اور مفہوم سورۃ آل عمران کی آیت ۲۰ کے اس جملے سے واضح ہیں

وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْأُمِّيِّـۧنَ ءَأَسْلَمْتُمْ

''اور آپ ﷺ کہہ دیں ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی تھی اور ان سے جنہیں کتاب نہیں دی گئی تھی کہ ''کیا تم فرمانبردار (مسلم) ہوتے ہو؟''

أُوتُواْ ٱلْكِتَـٰبَ جنہیں کتاب دی گئی تھی وہ بنی اسرائیل ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری اور انجیل کے نزول پر دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایک گروہ نے کفر کیا اور دوسرا گروہ مسلم بنا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے بعد میں اپنے آپ کو نصاریٰ کہلوانے لگے۔ اس طرح ٱلْأُمِّيِّـۧنَ سے قبل بنی اسرائیل اور نصاریٰ اہل کتاب ہیں۔ أُوتُواْ ٱلْكِتَـٰبَ جنہیں کتاب دی گئی تھی کے بالمقابل ٱلْأُمِّيِّـۧنَ سے مراد ''اور ان پڑھوں'' کیسے ہو سکتی ہے؟ ''جنہیں کتاب عطا کی گئی تھی'' کے معنی اور مفہوم یہ نہیں کہ وہ تمام ''پڑھے لکھے لوگ'' ہیں ان میں تو وہ بھی ہیں جنہیں کتاب پڑھنا نہیں آتا۔ بات نازل کردہ کتاب کے حوالے سے ہو رہی ہے جبکہ ''ان پڑھ، who read not,unlearned ,illiterates, unlettered people'' جیسے الفاظ اور اصطلاحیں اس مفہوم کی حامل ہیں کہ وہ کوئی بھی تحریر پڑھنا نہیں جانتے۔ جب یہ کہا جائے کہ ان سے بھی کہو أُوتُواْ ٱلْكِتَـٰبَ جنہیں کتاب عطا کی گئی تھی اور پھر ''واوَ عاطفہ'' کے ساتھ انہیں بھی کہنے کا کہا جائے جو ٱلْأُمِّيِّـۧنَ ہیں تو ''کتاب عطا کئے گئے لوگوں'' کے بالمقابل وہ لوگ ہوں گے ''جنہیں کتاب عطا نہیں کی گئی تھی''۔

سورۃ الانعام کی آیت ۱۵۶ انکھار کے واضح کرتی ہے کہ ٱلْأُمِّيِّـۧنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں پہلے کتاب نہیں دی گئی تھی۔ قرآنِ مجید کے نزول کے متعلق بتایا

أَن تَقُولُوٓاْ إِنَّمَآ أُنزِلَ ٱلْكِتَـٰبُ عَلَىٰ طَآئِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا

''یہ اس لئے کہ تم یہ نہ کہو کہ ''کتاب تو نازل کی گئی تھی ہمارے سے قبل دو گروہوں (بنی اسرائیل اور نصاریٰ) پر

وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَـٰفِلِينَ ٥

اور ہم ان لوگوں کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے‘‘

أَوْ تَقُولُوا۟ لَوْ أَنَّآ أُنزِلَ عَلَيْنَا ٱلْكِتَـٰبُ لَكُنَّآ أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ

’’یا یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ راہ راست پر ہوتے‘‘ (حوالہ الانعام ۔۱۵۷)

وَمَآ ءَاتَيْنَـٰهُم مِّن كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا ۖ وَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِن نَّذِيرٍ ۝٤٤

’’اور ہم نے انہیں کوئی کتابیں نہیں دی تھیں جنہیں وہ پڑھتے اور نہ آپ (ﷺ) سے قبل ان کی طرف کوئی خبردار کرنے والا بھیجا تھا‘‘

(سورۃ سباء ۔۴۴)

أَمْ ءَاتَيْنَـٰهُمْ كِتَـٰبًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ

’’یا ہم نے انہیں کتاب دی تھی اور وہ اس کی واضح دلیل پر ہیں؟‘‘ (حوالہ فاطر ۔۴۰)

ٱئْتُونِى بِكِتَـٰبٍ مِّن قَبْلِ هَـٰذَآ أَوْ أَثَـٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ٥

’’میرے پاس اس (قرآنِ مجید) سے قبل کی کتاب لاؤ یا علم کا کوئی نشان لاؤ اگر تم سچے ہو‘‘ (سورۃ الاحقاف ۔۴)

اللہ تعالیٰ اور آقائے نامدار ﷺ کے فرمان کے مطابق سچائی کے پیمانے صرف دو ہیں نازل کردہ کتاب میں درج بات اور آثارِ علم۔

قرآنِ مجید کی ان آیات مبارکہ کو پڑھنے کے بعد بھی کیا کسی کیلئے ابہام رہ جاتا ہے کہ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ ’جنہیں کتاب عطا کی گئی تھی‘ کے بالمقابل ٱلْأُمِّيِّـۧنَ سے مراد ’’ان پڑھ، unlearned, illiterates, unlettered people‘‘ لوگ مراد نہیں بلکہ ’’اور انہیں جنہیں اس سے قبل کتاب نہیں دی گئی تھی‘‘ ہے؟ ٱلْأُمِّيِّـۧنَ سے قبل أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ ’’جنہیں کتاب دی گئی تھی‘‘ میں دو گروہ طَآئِفَتَيْنِ ہی تھے یعنی یہود و نصاریٰ اور انہیں اکٹھا کر کے پکاریں تو ’’اہلِ کتاب‘‘ کہتے ہیں قرآنِ مجید نے خود طے کیا ہے کہ اس کی اصطلاح ٱلْأُمِّيِّـۧنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں نزولِ قرآنِ مجید سے قبل کتاب نہیں دی گئی تھی

سورۃ الجمعۃ کی آیت ۲ کی ابتدا میں فرمایا:

هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِهِۦ

’’اللہ وہ ہے جس نے ٱلْأُمِّيِّـۧنَ میں انہی میں سے رسول (کریم ﷺ) کو مبعوث فرمایا جو انہیں اس کی آیتیں سناتے ہیں‘‘

آقائے نامدار ﷺ بنی اسماعیلؑ میں سے ہیں اور بنی اسماعیلؑ ان پڑھ قوم نہیں تھی۔ کیا بنی اسماعیلؑ کے بحثیت قوم ان پڑھ نہ ہونے پر دنیا میں کسی کو شک ہے؟ کیا بنی اسماعیلؑ کے علاوہ اس زمانے یا ان سے قبل بسنے والی کسی بھی قوم کے متعلق کسی کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ سو فیصد یا اس کی اکثریت خواندہ تھی؟ اگر نہیں تو پھر اس کا کیا جواز ہے اور کسی کو اس کا حق کیسے ہے کہ اس وقت کی میرے آقا کی قوم بنی اسماعیل (علیہ السلام) کو ناخواندہ اور ان پڑھ کہے؟ ابن فارس (وفات ۱۰۰۴) نے ''الصاحبی'' میں سینکڑوں صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور مشرکین عرب کے نام گنوائے ہیں جو پڑھے لکھے اور علوم وفنون میں دسترس رکھتے تھے اور آخر میں لکھتے ہیں ''قدیم زمانے کے عرب بھی ہماری ہی طرح کے انسان تھے۔ جس طرح ہم میں ہر شخص پڑھا لکھا نہیں ہوتا اسی طرح ان میں بھی سب کے سب نہ تو ان پڑھ تھے اور نہ ہی سب کے سب پڑھے لکھے''۔ کتاب (قرآنِ مجید) اور علم کی شہادت یہ ہے کہ اَلْأُمِّيّٖنَ کی اصطلاح ان ہی کیلئے ہے جنہیں قرآنِ مجید سے قبل کتاب نہیں دی گئی تھی۔ الحمد لله

کتاب لاریب ہونے کا چونکا دینے والا دعویٰ کرنے والے قرآنِ مجید کو متعارف کرانے والے کائنات کے صادق اور امین آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ نے اہل مکہ سے فرمایا تھا کہ تم جانتے ہو کہ میں حجاز سے باہر نہیں گیا، اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں نے پڑھنے پڑھانے کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن اس کے باوجود پوچھو جو بھی پوچھنا ہے۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! کائنات میں اس سے بڑا دعویٰ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ اور اتنا بڑا دعویٰ وہی کر سکتا ہے حقیقت جس کی بصارتوں کی پہنچ میں ہو۔ ہر علم والے کے اوپر علم والا ہوتا ہے اور جس ذات اقدس آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ پر تمام کائنات کا علم منتج ہوتا ہے وہی اتنے بڑے دعویٰ پر مبنی دعوت دے سکتے ہیں کہ ان کے اوپر تمام علم کے مالک اللہ رب العزت کی ذات بابرکات ہے۔ آقائے نامدار ﷺ سے زیادہ سچا دعویٰ کوئی کر نہیں سکتا کہ ان کا دعویٰ اس کی ضمانت پر ہوتا ہے جو رب العالمین ہے اور تمام کے تمام علم اور حکمت کا مالک۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان میں فرمایا:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْءَانُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَٰكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴿٣٣﴾

''اور جنہوں نے انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں ''ان پر قرآن (مجید) ایک ہی بار (جملہ واحدہ) میں کیوں نہیں اتار دیا گیا؟'' یہ اس وجہ سے ہے کہ اس طرح (قرآنِ مجید کو بتدریج نازل فرما کر) ہم آپ (ﷺ) کے قلب (مبارک) کو مسلسل حالتِ اطمینان میں رکھیں۔
ہم نے اسے حسن تناسب سے، ٹھہر ٹھہر کر آپ کو سنایا، پڑھایا ہے۔ اور آپ (ﷺ) کے پاس وہ خواہ کوئی مثال، سوال لے آئیں ہم اس کی حقیقت اور بہترین تفسیر آپ پر ظاہر کر دیتے ہیں'' (الفرقان ۳۲۔۳۳)

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَسۡـَٔلُواْ عَنۡ أَشۡيَآءَ إِن تُبۡدَ لَكُمۡ تَسُؤۡكُمۡ وَإِن تَسۡـَٔلُواْ
عَنۡهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلۡقُرۡءَانُ تُبۡدَ لَكُمۡ عَفَا ٱللَّهُ عَنۡهَاۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾

”اے ایمان والو! اُن باتوں کے متعلق نہ پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر تم ان کے متعلق ایسے وقت پوچھو گے جب قرآن (مجید) نازل ہو رہا ہے تو وہ تم پر ظاہر کردی جائیں گی۔ اللہ ان سے درگزر کرتا ہے اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے“ (المائدہ۔۱۰۱)

قرآنِ مجید خود لازوال تفسیرِ حقیقت ہے۔ قرآنِ مجید کے بتدریج نزول کا ایک مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کے پاس اگر کوئی بھی مثال اور سوال لایا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق أَحْسَنَ تَفْسِيرًا ”بہترین، خوبصورت ترین تفسیر“ بتا دیں۔

”أَحْسَنَ“ کا مادہ ”ح س ن“ ہے اور اس سے مراد اعضاء کا صحیح صحیح تناسب اور توازن ہے۔ اور حسین ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جو قلب و نگاہ کو بھلی معلوم ہوں اور اس کی وجہ ان کا متناسب ہونا ہے، کسی چیز، بات کو اچھی طرح سے سمجھ لینا۔

”تَفْسِيرًا“ کا مادہ ”ف س ر“ ہے اور اس کے معنی واضح کرنا، چھپی ہوئی چیز کو کھول دینا (Breaking News) ہیں۔
اردو، فارسی، انگریزی میں ”تفسیر“ کے مروجہ معنی، مفہوم اور تصور عربی زبان کے لفظ ”تَفْسِيرًا“ کی نمائندگی نہیں کرتے۔ عربی زبان میں ”خبر، News“ کی اردو زبان والے معنی اور مفہوم میں تفسیر نہیں ہوتی کیونکہ ”تفسیر“ اپنے آپ میں خبر دینا ہے۔ خبر سے کہانیاں، افسانے، کالم بنائے جاتے ہیں لیکن کہانی سے خبر نہیں بنائی جاسکتی اور نہ دی جاسکتی ہے۔ قرآنِ مجید اپنے آپ میں حقیقت کی بہترین، فہم و ادراک کو اچھی طرح سمجھ آنے والی تفسیر، خبر ہے۔ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام جنہوں نے بار بار کے مطالبے کے باوجود قرآنِ مجید کے بیان کے علاوہ اپنی جانب سے لوگوں کو اقوال سنانے اور تحریر میں دینے سے انکار فرما دیا تھا۔